www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صفدر محمود

نظریۂ پاکستان اور اس کا انکار!

حالیہ انتخابات میں جملہ اسلامیانِ پاکستان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کا مقصد، ہدف اور نعرہ کسی مقبول سیاسی جماعت نے نہیں اپنایا اور اگر کسی نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے پیش بھی کیا تو عوام پاکستان نے اُس کو خاص پذیرائی نہیں بخشی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر انتخابات سے قبل پاکستان کے نظریہ جو ایک اسلامی ریاست کا قیام ہے، اُس سے ہی سرے سے انکار کیا جاتا رہا۔ اگر 'الیکشن کمیشن آف پاکستان' کے بعض اہل کاروں نے دستور کی دفعہ ۶۲، ۶۳ کی تصدیق کرتے ہوئے اسلام کی بنیادی معلومات پر مبنی سوالات اُمیدواروں سے دریافت کئے تو اُنہیں اس سے روک کر، اُن کی چھان پھٹک کو محض مالی بدعنوانی یا تعلیمی اسناد تک محدود کر دیا گیا۔ ان حالات میں ایسے ممبران سے کیا توقع کی جائے کہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں قانون سازی کریں گے، جب کہ وہ اسلام کی اساسات سے بھی واقف نہیں۔

نظریہ پاکستان کے بارے میں واضح رہنا چاہئے کہ اگر یہ مسئلہ امر واقعہ میں تحقیق طلب تھا تو بہر حال اب اس کی تحقیق کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ قیامِ پاکستان کے بعد قرار دادِ مقاصد ۱۹۴۹ء اور ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین میں واضح طور پر یہ قرار دیا جاچکا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور یہاں کتاب وسنّت کو فروغ دیا جائے گا۔ اس دستور کو عوام پاکستان کے منتخب نمائندے منظور کر چکے ہیں، عدالتیں اس کی بنا پر فیصلہ کرتی ہیں اور یہ جمہوری اساسات پر ایک مسلمہ بن چکا ہے کہ پاکستان میں اسلام نظام کو قائم کیا جائے گا، اس کے باوجود نامعلوم کیوں، پاکستان کے سیکولر حضرات اپنی رٹ لگائی رکھتے ہیں اور میڈیا ان کی بے تکی ہانک کو اُچھالتا رہا ہے، اب اس طے شدہ قضیہ کو موضوع بنانا لکیر پیٹنے کے ہی مترادف ہے۔ اس بنیادی سوال کا فیصلہ قرار دادِ مقاصد کی آئینی دستاویز بخوبی کر دیتی ہے کہ پاکستان بنانے کا مقصد کیا تھا؟... الیکشن سے قبل کے ایام میں جاری اسی مباحثہ میں درج ذیل دو کالم خصوصی افادیت کے حامل رہے، معلومات میں اضافہ کی خاطر ملاحظہ کیجئے۔ ح م

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا جانے ہمارے یہ مہربان پاکستان کی نظریاتی اساس کو بار بار کیوں مشق ستم بناتے اور ان حقائق سے انکار کرتے ہیں جن سے ہماری پوری تاریخ بھری پڑی ہے۔ مقصد نوجوان نسلوں کو کنفیوژ کرنا ہے یا پاکستان کے تصور کو مشکوک بنانا، مجھے علم نہیں لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے جب پڑھے لکھے ڈگری یافتہ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نظریۂ پاکستان نام کی کوئی شے موجود ہی نہیں اور نہ ہی کبھی قائداعظم کے منہ سے آئیڈیالوجی کا لفظ نکلا تھا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک اتنا بڑا ملک جو ۱۹۴۷ء میں دنیائے اسلام کا سب سے بڑا ملک تھا اور جو برصغیر کی تقسیم کے نتیجے کے طور پر ظہور پذیر ہوا، وہ کسی نظریئے اور تصور کے بغیر وجود میں آگیا اور پھر عالمی تاریخ کی سب سے بڑی 'ہجرت' کسی نظریئے کے بغیر معرضِ وجود میں آگئی۔ لاکھوں لوگ اپنے صدیوں پرانے گھر، جائیدادیں اور آباؤ اجداد کی قبریں چھوڑ کر بلاوجہ نئے ملک اور اجنبی جگہ پر آکر آباد ہوگئے۔ کیا کبھی انسانی تاریخ میں ایسا ہوا ہے؟

آگے بڑھنے سے قبل مجھے عرض کرنے دیجئے کہ مسلمان اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک اسلامی ریاست کا قیام ہندوستان کے مسلمانوں کا صدیوں پرانا خواب تھا جس کے شواہد مغلیہ خاندان کے زوال کے بعد ہماری پوری تاریخ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسی نفسیات اور مسلمانوں کے دیرینہ خواب کو سمجھتے ہوئے قائداعظم نے علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان تو اسی روز معرضِ وجود میں آگیا جس روز ہندوستان کی سرزمین پر پہلے مسلمان نے قدم رکھا۔ پھر کہا کہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں، میں نے فقط یہ کیا کہ جو بات آپ کے دلوں اور ذہنوں میں تھی، اسے طشت ازبام کردیا یعنی ببانگِ دہل کہہ دیا۔

اگر پاکستان کا تصور نظریاتی نہیں تھا تو پھر وہ اسی دن کیوں معرضِ وجود میں آگیا جس دن ہندوستان میں پہلا شخص مسلمان ہوا تھا؟

سادہ سی بات صرف اتنی ہے کہ ہماری ماڈرن تاریخ میں تصورِ پاکستان کی بنیاد سرسید احمد خان نے رکھی جب اُنہوں نے ۱۸۹۴ء میں جالندھر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دونوں قومیں (ہندو اور مسلمان) زیادہ عرصے تک اکٹھی نہیں رہ سکیں گی۔ وقت گزرنے کے ساتھ اُن کے درمیان فاصلے بڑھتے جائیں گے۔ مسلمان ہندوؤں سے علیحدہ ہو کر فائدہ میں رہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔ ہماری تعلیم اس وقت مکمل ہو گی جب ہم خود اس کے مالک ہوں گے اور ہمارے سروں پر کلمے کا تاج ہو گا۔ اسی لئے علامہ اقبال نے آل پارٹیز کانفرنس دہلی میں یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ''میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ آج سے نصف صدی قبل سر سید احمد خان نے مسلمانوں کے لئے جو راہِ عمل تجویز کی تھی، وہ درست تھی۔ تلخ تجربات کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔''

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ علامہ اقبال سے لے کر قائد اعظم تک ایک ہی قسم کا تصور پیش کیا گیا اور وہی نظریۂ پاکستان ہے۔ وہ تصور کیا تھا؟ مختصر الفاظ میں وہ نظریہ فقط یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان ہر لحاظ سے دو مختلف اور الگ الگ قومیں ہیں، اس لئے مسلمانوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ مسلمان اکثریتی علاقوں پر جو جغرافیائی طور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، ایک علیحدہ وطن کے قیام کا مطالبہ کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اقبال اور جناح محض ایک جغرافیائی ملک کا مطالبہ کر رہے تھے؟ سطحی نظر سے بھی مطالعہ کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ وہ ایک اسلامی ریاست کا مطالبہ کر رہے تھے جہاں مسلمان اپنے مذہب، ثقافت، دین اور شریعت کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ گویا اس مطالبے کی بنیاد دو اُصولوں پر تھی۔ اوّل مسلمان ہندو الگ الگ قومیں ہیں، دوم ہمارا مقصد ایک اسلامی ریاست قائم کرنا ہے۔ سادہ الفاظ میں یہی تصورِ پاکستان تھا اور یہی نظریۂ پاکستان ہے جس کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے خون بہایا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، اپنے گھر بار اور بزرگوں کی قبروں کو چھوڑ کر ہجرت کی اور ماؤں بہنوں کی عصمتیں لٹائیں۔

سیکولر حضرات کا کہنا ہے کہ قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی نظریۂ پاکستان ختم ہو گیا کیونکہ وہ صرف تصورِ پاکستان کے پہلے حصے کا ذکر کرتے ہیں اور دوسرے حصے سے خوفزدہ ہو کر اسے 'اِگنور' کر دیتے ہیں۔ چلیے ہندو مسلم الگ الگ قوموں کا نظریہ قیامِ پاکستان کے ساتھ ختم ہو گیا لیکن پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کا مقصد تو پورا نہیں ہوا۔

یہاں اسلامی ریاست سے مراد مذہبی شخصیات کی اجارہ دار ریاست نہیں اور نہ ہی اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پاپائیت یا تھیوکریسی کا تصور موجود ہے۔ مسئلہ تو فقط اتنا سا ہے کہ سیکولر حضرات اسلامی ریاست اور اسلامی قانون کے تصور سے گھبراتے ہیں۔ وہ دین سے بیزار اور بیگانہ ہیں اور وہ پاکستان میں انہی آزادیوں کا خواب دیکھتے ہیں جو مغرب کے جمہوری ممالک میں بہ افراط پائی جاتی ہیں۔ اُنہیں مغربی لباس میں ملبوس سگار کے کش لگاتا جناح تو پسند ہے لیکن وہ جناح پسند نہیں جس نے ۲۷ جولائی ۱۹۴۴ء کو راولپنڈی میں واضح کر دیا تھا: "پاکستان کے دستور کے متعلق کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہئے۔ ہمارے پاس ۱۳۰۰ سال سے دستور موجود ہے۔"

ایک سوال کے جواب میں قائداعظم نے کہا کہ "پاکستان میں شراب پر یقینا پابندی ہوگی۔" (قائداعظم کے شب وروز مؤلفہ خورشید احمد خان، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد صفحہ نمبر ۱۰)

لطف کی بات ہے کہ آج قائداعظم کا نام استعمال کرنے والی سیاسی جماعتیں غیر شرعی عادات کے شکار اُمیدواروں کو ٹکٹ دے رہی ہیں۔ اسلامی دستور، اسلامی قانون کے لئے قائم ہونے والی ریاست کا تصور یا نظریہ نہ سیکولر حضرات کو گوارہ ہے اور نہ ہی اُن سیاسی قائدین کو جو اسمبلیوں میں اراکین کو اسلامی کردار کی بنا پر نہیں بلکہ دولت کی طاقت پر پہچاننا چاہتی ہیں۔ یہی وہ جمہوریت ہے جس سے اقبال نالاں تھے۔ "اقبال نے جمہوری طرزِ حکومت پر جو تنقید کی ہے وہ بھی اس لئے کہ غریب اور جاہل عوام کو سرمایہ دار خرید لیتے ہیں اور ان کا استحصال کرتے ہیں۔ وہ جمہوریت کو روحانی اقدار کا پابند کرنا چاہتے تھے۔" (علم کا مسافر ڈاکٹر طالب حسین سیال ص ۸۶)

کالم کا دامن محدود ہے اس لئے اختصار سے کام لینا پڑے گا۔ نظریۂ پاکستان کو سمجھنے کے لئے علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کے ان فقروں پر غور فرمائیں: "برعظیم پاک و ہند میں ایک اسلامی مملکت قائم کرنے کا مطالبہ بالکل حق بجانب ہے۔ اسلام کو بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم رکھ سکے۔"

اقبال کے تصور پاکستان کو سمجھنے کے لئے ان کے خطوط بنام جناح (۱۹۳۶،۳۷ء) کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ قائداعظم نے قیام پاکستان سے قبل ۱۰۱ بار واضح کیا کہ پاکستان کے دستور اور قانونی ڈھانچے کی بنیاد اسلامی اُصولوں پر استوار کی جائے گی اور قیام پاکستان کے بعد یہی بات چودہ بار کہی۔ فروری ۱۹۴۸ میں بحیثیت گورنر جنرل انہوں نے امریکی عوام کے نام ریڈیو پیغام میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کو 'پریمیر اسلامی ریاست' قرار دیا اور زور دے کر کہا کہ پاکستان کا دستور جمہوری ہو گا جس کی بنیاد اسلامی اُصولوں پر رکھی جائے گی۔ ملکی قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق تشکیل دینے کے لئے قائد اعظم نے ڈاکٹر اسد کی سربراہی میں باقاعدہ ایک محکمہ قائم کیا جو قائد اعظم کی وفات کے بعد اپنا کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا۔ مختصر یہ کہ اقبال اور جناح کا تصورِ پاکستان ایک اسلامی ریاست کا تصور ہے اور یہی نظریۂ پاکستان ہے لیکن سیکولر حضرات کو یہ تصور گوارہ نہیں چنانچہ وہ نظریئے ہی سے انکاری ہیں جبکہ یہ نظریہ ہماری ساری تاریخ میں پھیلا ہوا ہے۔

کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ قائد اعظم نے کبھی آئیڈیالوجی کا لفظ ادا نہیں کیا جبکہ صرف ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کی تقریر میں قائد اعظم نے یہ لفظ تین بار ادا کیا، البتہ سیکولر کا لفظ کبھی قائد اعظم کے منہ سے نہیں نکلا۔ کچھ روشن خیال قائد اعظم پر سیکولرازم کا غلاف چڑھانے کے لئے جسٹس منیر کی کتاب 'جناح ٹو ضیا' کا حوالہ دیتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ کاؤس جی، پرویز ہود بھائی اور دوسرے سیکولر دانشور اس کتاب سے جن الفاظ کا حوالہ دیتے ہیں وہ الفاظ جسٹس منیر نے قائد اعظم کے منہ میں ڈالے ہیں اور برطانوی نژاد سلینہ کریم اپنی کتاب 'سیکولر جناح' میں تحقیق سے ثابت کر چکی ہے کہ وہ الفاظ قائد اعظم کے نہیں، ان کی انگریزی گرامر بھی غلط ہے اور الفاظ بھی جسٹس منیر کے ہیں۔

کچھ حضرات مطالبہ کرتے ہیں کہ سپریم کورٹ نظریۂ پاکستان کی وضاحت کرے۔ سپریم کورٹ جسٹس حمود الرحمٰن کی سربراہی میں نظریۂ پاکستان کی وضاحت کر چکی ہے جو پی ایل ڈی ۱۹۷۳ سپریم کورٹ صفحہ ۴۹ اور ۷۲، ۷۳ پر موجود ہے۔ دو سطریں ملاحظہ فرمائیے: ''پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے اور اس کا نظریہ ۱۹۴۹ء کی قراردادِ مقاصد میں درج ہے جسے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے منظور کیا ہے... مملکتِ پاکستان اسلامی نظریئے کی بنیاد پر وجود میں لائی گئی تھی اور اس نظریئے کی بنیاد پر چلائی جائے گی۔''

تجاہلِ عارفانہ کی حد دیکھئے کہ نظریہ پاکستان یحییٰ خان کے دور میں جنرل شیر علی کی ایجاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد نظریہ پاکستان پر بہت کچھ لکھا گیا۔ جنرل شیر علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ